عورتوں کا اجنبی مردوں سے برتاؤ

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

قرآن مجید کے اندر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے:

''اجنبی مردوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں جس سے نفرت پائی جائے، نہ کہ محبت والفت''۔

واقعی غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں جذبات کی پوری رعایت ہے، نرم لہجہ سے اجنبی شخص کو ضرور میلان ہوتا ہے، کیسی عجیب سچی بات ہے اور سخت لہجہ سے اجنبی مرد کو نفرت ہوتی ہے۔ الغرض عورتوں کے لئے قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ پردہ کے ساتھ بھی اجنبی مرد کے ساتھ نرم لہجہ سے گفتگو مت کرو، اس طرح سے آواز کا بھی پردہ ہے۔ عورت کے لئے تہذیب یہی ہے کہ غیر آدمی سے روکھا برتاؤ کرے۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑ دیا، حق تعالیٰ تو فرماتے ہیں: ''کسی سے نرم لہجہ سے بات نہ کرو''۔

دیکھئے! اس آیت کی مخاطب وہ عورتیں ہیں جو مسلمانوں کی مائیں تھیں، یعنی ازواج مطہراتؓ، ان کی طرف کسی کی بری نیت جا ہی نہیں سکتی تھی، مگر ان کے لئے بھی یہ سخت انتظام کیا گیا تو دوسری عورتیں تو کس شمار میں ہیں؟ ازواج مطہراتؓ سے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مردوں کے ساتھ نرم لہجہ سے بات مت کرو، جب بات کرنا ہو تو خشک لہجہ سے کرو، جس سے مخاطب یہ سمجھے کہ بڑی کھری اور کڑی اور تلخ (بد) مزاج ہیں، تاکہ ''لاحول'' ہی پڑھ کر چلا جائے، نہ یہ کہ نرمی سے گفتگو کرو کہ میں آپ کی محبت کا شکریہ ادا کرتی ہوں، مجھے جناب کے الطاف کریمانہ کا خاص احساس ہے۔ استغفر اللہ!

لوگوں نے آج کل اس کو تہذیب سمجھ لیا ہے اور بعض لوگ اس پر کہہ دیتے ہیں کہ صاحب! بتلایئے کہ فساد ہو رہا ہے؟ ہم کو تو نظر نہیں آتا؟ میں کہتا ہوں کہ اول تو فساد موجود ہے اور

اگر تم کو نظر نہیں آتا تو ممکن ہے کہ بہت قریب آگے چل کر یہ لہجہ کچھ رنگ لائے، اس وقت سب معلوم ہوگا اور مجھ کو تو اس وقت معلوم ہو رہا ہے۔ اہل نظر شروع ہی میں کھٹک جاتے ہیں کہ یہ چیز کسی وقت میں رنگ لائے گی۔

حیا وفطرت کا مقتضیٰ:

اول تو عورتوں کو غیروں سے بولنا ہی نہیں چاہئے، مگر بضرورت بولنا جائز ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ سختی سے گفتگو ہو، تاکہ دوسرے کے دل میں کشش اور میلان پیدا نہ ہو اور عورتوں کے لئے یہ طریقہ شرعی حکم ہونے کے علاوہ طبعی (اور فطری تقاضا) بھی ہے۔ حیا عورت کے لئے طبعی امر ہے اور اس کے آثار ان دیہاتی عورتوں میں جن پر حیا زائل ہونے کے اسباب نے اثر نہیں کیا، موجود ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ طبعی بات عورت کے لئے یہی ہے کہ غیر مردوں سے میل جول نہ کرے، اور کوئی ایسی بات، قول (گفتگو) یا عمل میں اختیار نہ کرے، جس سے میل جول یا کشش پیدا ہو۔

دیہات میں دیکھئے کہ بھنگن وچمارن سے خطاب کیجئے تو وہ منہ پھیر کر اول تو اشارہ سے جواب دے گی، مثلاً: راستہ پوچھئے تو انگلی اٹھا کر بتادے گی کہ ادھر ہے اور اگر بولنا ہی پڑے تو بہت تھوڑے الفاظ میں مطلب کو ادا کردے گی، نہ اس میں القاب ہوں گے، نہ آداب، نہ ضرورت سے زیادہ الفاظ، نہ آواز نرم ہوگی، بلکہ اس طرح بولے گی جیسے کوئی زبردستی بات کرتا ہے۔ چونکہ دیہات والوں میں یہ اخلاق طبعی موجود ہوتے ہیں اور ان سے انحراف (یعنی آزادی وبے باکی) کے اسباب وہاں نہیں پائے جاتے، اس واسطے دیہاتیوں کے اخلاق وعادات اپنی اصلی حالت پر ہوتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ آج کل طبعی اخلاق سے دوری ہوگئی ہے، اور جو باتیں بری سمجھی جاتی تھیں، وہ اچھی سمجھی جانے لگی ہیں، حتیٰ کہ اس قسم کے مضامین اور ایسے خیالات اور ایسے جذبات جن سے خواہ مخواہ میلان ہو، آج کل ہنر سمجھے جانے لگے ہیں۔ اس سے بہت پرہیز کرنا چاہئے۔ اللہ محفوظ رکھے، یہ سب اثر ہے اس نئی تعلیم کا۔

یہ (کالجوں اور اسکولوں کی) تعلیم عورتوں کے لئے تو نہایت ہی مضر ہے۔ عورتوں کی تعلیم کا وقت بچپن کا ہوتا ہے، مگر آج کل شہروں میں بچپن ہی سے لڑکیوں کو نئی تعلیم دی جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس تعلیم کے آثار ونتائج ان کی رگ وپے میں سرایت کر جاتے ہیں، پھر دوسری کوئی تعلیم ان پر اثر ہی نہیں کرتی۔ لڑکیوں کی مثال بالکل کچی نرم لکڑی کی سی ہے، اس کو جس صورت پر قائم کرکے خشک کردو گے، تمام عمر ویسی ہی رہے گی۔ جب بچپن ہی سے نئی تعلیم دی گئی، نئے اخلاق سکھائے گئے، نئی وضع قطع، اور نیا طرزِ معاشرت ان کی نظروں میں رہا تو وہ اسی میں پختہ ہوگئیں، بڑی ہوکر ان کی اصلاح کسی طرح نہیں ہوسکتی، لہذا ضرورت ہے کہ بچیوں کو نئی تعلیم کے بجائے پرانی (دینی) تعلیم دیجئے۔

اجنبی مرد سے نرمی سے گفتگو کرنے کا نقصان:

اس کی دلیل بھی خود اس آیت میں موجود ہے: ''فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ'' کے بعد ہی بطور نتیجہ کے فرماتے ہیں: ''فَيَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ'' کہ اگر نرم لہجہ سے بات کی گئی تو جس کے دل میں روگ ہے، اس کے دل میں لالچ پیدا ہوگا اور وہ لہجہ کی نرمی سے سمجھ لے گا کہ: یہاں قابو چل سکتا ہے، پھر وہ اس کی تدبیریں اختیار کرے گا۔ دیکھئے! خود حق تعالیٰ لہجہ کی نرمی کا یہ اثر بتارہے ہیں، پھر کسی کی کیا مجال ہے کہ اس اثر کا انکار کرے؟ میں اپنی طرف سے تو نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ الفاظ قرآنی صاف بتلارہے ہیں کہ عورتوں کا مردوں سے نرم گفتگو کرنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں لالچ پیدا ہوتا ہے۔

گفتگو کا طریقہ اور قولِ معروف کی تشریح:

اس کے بعد یہ بھی حکم ہے: ''وَقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوْفاً'' جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب بات کرو بھی تو ایسی بات کرو، جس کو شریعت میں اچھا مانا گیا ہو: ایک تو یہ کہ بے ضرورت الفاظ مت بڑھاؤ، کیونکہ شریعت اس کو کسی کے لئے پسند نہیں کرتی، شریعت نے کم بولنے ہی کو پسند کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر بات سوچ کر کہو، کوئی بات گناہ کی منہ سے نہ نکل جائے۔ معروف کا مختصر ترجمہ معقول ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ معقول بات کہو، معقول بات وہی ہوتی ہے جس سے کوئی برا نتیجہ پیدا نہ ہو۔ اور جب ثابت ہو چکا کہ لہجہ کی نرمی سے بھی عورتوں کے لئے برا نتیجہ پیدا ہوتا ہے تو پیار و محبت کی باتوں سے کیوں برا نتیجہ پیدا نہ ہوگا؟ جس کو آج کل تہذیب سمجھا گیا ہے، اس قسم کی باتیں عورتوں کے لئے معقول نہیں، بلکہ نامعقول ہیں۔

بداخلاقی و بدتہذیبی کا شبہ:

عورت کے لئے یہی ہے کہ غیر آدمی سے روکھا برتاؤ کرے، اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ ایک بات ایک کے لئے معقول ہو اور دوسرے کے لئے نامعقول، ایک کے لئے سختی سے بات کرنا اور بے رخی سے جواب دینا معقول ہو سکتا ہے اور دوسرے کے لئے نامعقول۔ مردوں کے واسطے باہمی کلام کا معقول طریقہ یہ ہے کہ نرمی سے بات کرو، کسی کو سخت جواب نہ دو، روکھا پن نہ برتو، اور عورتوں کے لئے معقول طریقہ یہ ہے کہ اجنبی کے ساتھ نرمی سے بات نہ کریں اور سختی سے جواب دیں اور روکھا برتاؤ کریں۔ ایک بات مردوں کے لئے بری اور عورتوں کے لئے اچھی ہو سکتی ہے، عورتوں کے لئے یہی مناسب ہے کہ جب غیر مردوں سے بات کریں تو خوب روکھے اور سخت لہجہ اور ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ کریں۔ اول تو عورتوں کو غیروں سے بولنا ہی نہیں چاہئے، مگر بضرورت بولنا جائز ہے تو اس کا طریقہ یہی ہے۔